*** تقریر ***

تقریر بابت انسانیت
وقت 5-7منٹ

انسان کی انسانیت کا تقاضا
اپنے بھائی سے مُروّت، احسان کا سلوک کرے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (البقرۃ:196)

کہ احسان کرو۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تُو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تُو سب دنیا کو دے لیکن
خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

معزز سامعین! مجھے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فقرہ انسانیت کے ایک تقاضے یعنی اپنے بھائی سے مروّت اور احسان کا سلوک کرنے پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”مخلوق کی ہمدردی ایسی شے ہے اگر اُس کو چھوڑ دیا جائے تو انسان آہستہ آہستہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ اپنے بھائی سے مروّت، احسان کا سلوک کرے۔ میرے نزدیک ہمدردی کا مذہب وسیع ہے کہ تم ہر ایک سے نیکی کرو خواہ کوئی ہندو ہو یا عیسائی ہو یا کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 439)

اِس مختصر مگر بامعنی ارشاد میں بہت سے قیمتی سبق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں دیئے ہیں۔ ایک بڑا سبق تو اُن الفاظ میں ملتا ہے۔ جسے خاکسار نے آج کی تقریر کا عُنوان بنایا ہے۔ یعنی انسان کی انسانیت اُس سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ معاشرہ میں بسنے والے بھائیوں سے احسان اور مروّت کا سلوک کریں اور دوسرے تین اہم سبق بھی ملتے ہیں جو یہ ہیں۔

اوّل۔ اگر انسان میں ہمدردی کا عنصر نہیں ہے تو وہ انسان نہیں، درندہ ہے۔

دوم۔ انسان سے ہمدردی اپنی ذات میں ایک مذہب اور دین ہے۔

سوم۔ دنیا میں ہر انسان سے بلاتمیز و مذہب ہمدردی کرو خواہ اُس کا تعلق ہندو ازم، عیسائیت، یہودیت یا سکھ ازم سے ہو۔

سامعین! آج کی گفتگو میں آغاز پر انہی تین باتوں کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ سب سے پہلے آپؑ نے ایسے انسان کو جو ہمدردی، آدمیت و انسانیت سے عاری ہو اُسے درندہ کہا ہے۔ جانور کا لفظ استعمال نہیں فرمایا جسے شکار کرتے وقت کسی نہ کسی طرح رحم آ ہی جاتا ہے جبکہ درندے کو کسی وقت رحم نہیں آتا۔ کسی پر ہمدردی نہیں آتی۔ لُغات میں درندہ اُس جانور کو کہتے ہیں جو چیر پھاڑ کرنے والا ہو۔ خونخوار جانور اور جس انسان میں چیر پھاڑ کرنے اور پھاڑ کھانے کی عادت ہو اُسے درندگی بولتے ہیں یا درندہ پن اور وحشت کا نشان۔ جبکہ انسان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے یہ دراصل اُنسان سے ہے یعنی دو اُنس جو دو محبتیں لئے ہوئے ہو۔ ایک اللہ سے محبت اور دوسرے اُس کی مخلوق سے محبت۔ اس لئے ہمیں انسان بن کر اپنے ساتھی انسانوں سے محبت و پیار اور شفقت کا سلوک روا رکھنا چاہئے۔ روز قیامت خدا تعالیٰ ہم سے اس کا جواب طلب کرے گا۔ انسانیت کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت و ہمدردی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں بڑا مقام اور بڑا رتبہ

ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی انسان سے حقوق اللہ میں کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر سکتا ہے لیکن اگر انسان سے حقوق العباد میں کسی قسم کی کوتاہی ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! مَیں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا جبکہ تُو ساری دنیا کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو تُونے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے ابن آدم! مَیں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو تُو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ اس پر ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! مَیں تجھے کیسے کھانا کھلاتا جب کہ تو تُو ربُّ العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا تو تُو نے اُسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تم اسے کھانا کھلاتے تو تم میرے حضور اس کا اجر پاتے۔ اے ابن آدم! مَیں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! مَیں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو ہی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا۔ مگر تم نے اُسے پانی نہ پلایا۔ اگر تم اس کو پانی پلاتے تو اس کا اجر میرے حضور پاتے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب فضل عیادة المریض)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(مشکوٰة باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام انسانی ہمدردی سے متعلق فرماتے ہیں:

”دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا؟ کبھی نہیں۔ حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی، مگر نہیں۔ اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حُسنِ سلوک گویا مالک کے ساتھ حُسنِ سلوک ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چِڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سرد مہری برتے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215-216 جدید ایڈیشن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک نمایاں پہلو انسانیت کے ساتھ محبت اور ہمدردی ہے، انسانیت کے ساتھ لطف اور نرمی سے پیش آنا آپؐ کی زندگی کا لازمی حصہ تھا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا، محتاج اور پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا، نادار اور محروم لوگوں کو نوازنا، یتیموں اور بیواؤں کے کام آنا، مفلوک الحال اور بچھڑے ہوئے لوگوں کی داد رسی کرنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک روشن باب تھا۔ مشرکین مکہ جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو بے انتہا ستایا، مکہ کی سرزمین میں آپؐ کے لیے تنگ کر دی اور انہی حالات سے مجبور ہو کر خدا تعالیٰ کے اِذن سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے۔ اس دور میں بھی مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ لیکن مکہ میں جب قحط پڑا اور کفار و مشرکین فاقہ کشی اور بھوک کا شکار ہو گئے تو ایسے وقت میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت نوازی کا ثبوت دیا اور انسانیت سے فطری محبت ولگاؤ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے ان کے لیے غلہ اور کچھ رقم ارسال فرمایا۔

ایک مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدمت انسانیت کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ کس قدر خدمات میں عمر کو گزارا اور حضرت علیؓ کی حالت کو دیکھو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کس قدر التزام تھا۔ جب آپؓ فوت ہو گئے تو اس بڑھیا نے کہا کہ آج ابو بکرؓ فوت ہو گیا۔ اس کے پڑوسیوں

نے کہا کہ کیا تجھ کو الہام ہوا یا وحی ہوئی؟ تو اس نے کہا۔ نہیں! آج حلوہ لے کر نہیں آیا اس واسطے معلوم ہوا کہ فوت ہو گیا۔ یعنی زندگی میں ممکن نہ تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوہ نہ پہنچے۔ دیکھو! کس قدر خدمت تھی۔ ایسا ہی سب کو چاہیئے کہ خدمت خلق کرے''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 369-370)

حضرت مسیح موعودؑ خود بھی ہمیشہ خدمت خلق کے کاموں میں مصروف رہتے اور کوئی موقع انسانیت کی خدمت کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے آپؑ کی مقدس زندگی ایسے متعدد واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ایک مرتبہ چند دہقانی عورتیں اپنے بچوں کے لئے دوائی وغیرہ لینے آئیں۔ حضورؑ ان کو دیکھنے اور دوائی دینے میں مصروف رہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح حضور کا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اس کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا۔

''یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ مَیں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 308)

سامعین! دوسرے نمبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کو ایک الگ سے مذہب قرار دیا ہے۔ مذہب کے معنی گو راستہ، طریق، عقیدہ، دین اور دھرم کے ہوتے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں مذہب اُس مبارک راستہ اور دھرم کو بولتے ہیں جو کوئی نبی یا رسول لایا ہو۔ جیسے دینِ اسلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ دینِ حنیف، حضرت ابراہیم علیہ السلام لائے۔ بظاہر ہمدردی کے مذہب لانے والا کوئی رسول نہیں لیکن اگر تمام ادیان اور شریعتوں کا مطالعہ کریں تو تمام انبیاء کے دین اور دھرم میں ایک اہم تعلیم مخلوق سے ہمدردی کی تعلیم موجود ہے۔ اِس لئے اِسے دین، مذہب اور دھرم کہا جاسکتا ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں ہمدردی کو انسانوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ جانوروں کو ذبح کرنے وقت میں نرمی، ہمدردی اور تیز دھار کی چھری استعمال کرنے کی تلقین ملتی ہے۔ اِس کے علاوہ جانوروں سے بھی حسن سلوک کی تعلیم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ طاقت سے زیادہ لدے اونٹ کے مالک کو قریب بُلا کر زجر فرمایا۔ آپؐ نے جانوروں کے منہ پر گرم سلاخوں سے داغ کر نشان لگانے سے منع فرمایا۔ ایک دفعہ جب کسی نے فاختہ کے انڈے اٹھا لئے اور فاختہ چلّانے لگی تو حضورؐ نے فاختہ کے انڈوں کو گھونسلے میں واپس رکھوایا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں بھی نظر آتا ہے کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا۔ میاں! گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت نمبر 178 صفحہ 176 جدید ایڈیشن)

تو جہاں آپؑ نے اس چڑیا پر رحم فرمایا وہاں بچوں کو بھی نصیحت فرمادی کہ اگر اپنے ایمانوں کو قائم رکھنا ہے تو دل میں جذبہ رحم بھی پیدا کرو۔

اسلام کے لفظ میں ہی سلامتی اور امن کے معنی موجود ہیں۔ مسلمان کہتے ہی اُسے ہیں جو اپنے لیے بھی سلامتی کا باعث ہو اور دوسروں کے لئے بھی سلامتی ہی سلامتی ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ جبکہ جو دینِ اسلام پر ایمان لاتا ہے اُسے مومن کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو خود بھی امن میں رہے اور دوسروں کے لئے بھی امن ہی امن ہو۔ حدیث میں ہے

اَلمُؤمِنُ مَنْ اٰمَنَہُ النَّاسُ

کہ مومن وہ ہے جس سے معاشرہ کے تمام لوگ امن میں رہیں۔

تو جہاں آپؑ نے اس چڑیا پر رحم فرمایا وہاں بچوں کو بھی نصیحت فرمادی کہ اگر اپنے ایمانوں کو قائم رکھنا ہے تو دل میں جذبہ رحم بھی پیدا کرو۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ارشاد میں جو تیسری چیز بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ہمدردی کا اظہار صرف اپنے عزیز و اقارب اور معاشرہ میں بسنے والے اپنی سوسائٹی کے لوگوں تک ہی مخصوص نہ رکھو بلکہ ہمدردی کا دائرہ معاشرہ اور سوسائٹی میں بسنے والے تمام انسانوں خواہ اُن کا تعلق عیسائی مذہب سے ہو، خواہ ہندو مذہب سے ہو یا یہودیت یا سکھ ازم سے ہو۔ ہر ایک کے ساتھ نرمی، محبت، مروّت اور اخلاق و تہذیب سے پیش آنا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دیا ہوا سلوگن اب عالمگیر جماعت احمدیہ کی پہچان بن چکا ہے اور وہ یہ ہے Love for all, hatred for none یعنی محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

"تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 219)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(سراج منیر صفحہ 28)

آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ

"میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور مَیں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو مَیں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار، مَیں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لا ابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 305)

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ لکھتے ہیں کہ جہاں آپؑ کی عادت میں یہ تھا کہ آپؑ سائل کو کبھی ردّ نہ کرتے تھے۔ یہ امر بھی آپؑ کے معمولات میں تھا کہ بعض لوگوں کی ضرورتوں کا احساس کرکے قبل اس کے کہ وہ کوئی سوال کریں، ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ 28، اکتوبر 1904ء کی صبح کو قبل نماز فجر آپؑ نے کچھ روپیہ جس کی تعداد آٹھ یا دس ہوگی ایک مخلص مہاجر کو یہ کہہ کر دیے کہ "موسم سرما ہے آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی"۔ اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا۔ خود حضورؑ نے اس کی ضرورت محسوس کرکے یہ رقم عطا کی۔ لکھتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ نہیں متعدد مرتبہ ایسا ہوتا اور مخفی طور پر آپؑ عموماً حاجتمند لوگوں سے سلوک کرتے رہتے۔ اور اس میں کسی دوست، دشمن، ہندو یا مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 298-299)

آپؑ نے اپنی جماعت کو احمدیہ کا جب نام دیا تو فرمایا یہ گروہ دُنیا میں صلح آشتی پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اِس فرقہ کو کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ ہم اِس محبت اور پیار و اخوت کا مظاہرہ اپنے اجتماعات اور جلسہ ہائے سالانہ میں دیکھتے ہیں۔ ابھی جلسہ سالانہ برطانیہ 2025ء میں حاضرینِ جلسہ ہائے سالانہ کی تعداد 50 ہزار تھی مگر ایک اخوّت اور بھائی چارے کا ماحول تھا۔ ایک پیار و محبت کی تاریخ رقم ہو رہی تھی۔ اتنے بڑے مجمع میں کوئی لڑائی نہیں کوئی جھگڑا نہ تھا۔ کسی سے کوئی نفرت کا اظہار نہ تھا۔ ہر طرف "السلام علیکم" کا تبادلہ ہو رہا تھا جس سے سلامتی کا پیغام پھیل رہا تھا۔ غیر احمدی مہمان بھی اتنے جم غفیر میں پیار و محبت اور حُسن سلوک کو دیکھ کر اسے سراہ رہے تھے۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کی 136 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ باوجود مظلوم ہونے کے کوئی اسٹرائیک نہیں۔ کوئی ہڑتال نہیں۔ ہم پُرامن قوم ہیں۔

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ اِنکسار

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نام "صلح کا شہزادہ" بھی ہے۔ اُس نے ہمیں بھائی بھائی بنایا۔ بھائی چارے اور وحدانیت کو قائم فرمایا۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے خلفاء نے آپؑ کے اِس مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور پانچویں سالار قافلہ کی سرکردگی میں جماعت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”جہاں احمدی اپنی عبادتوں اور ذکر الٰہی کے ذریعے سے خدا تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کی کوشش کرے وہاں ہمدردی خلق اور رنجشوں کو دور کرنے اور اخلاق کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ خالصۃً خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دینی چاہئے“

پھر فرمایا۔

”آج سے یہی ہر دل میں یہ اِرادہ ہونا چاہئے کہ ہم نے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں، اپنے معیار اُونچے کرنے ہیں۔ جو ناراض ہیں وہ ایک دوسرے کو گلے لگائیں، جو روٹھے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے کو منائیں۔ جنہوں نے گِلے شکوے دلوں میں بٹھائے ہوئے ہیں وہ اِن گِلوں شکووں کو اپنے دلوں سے نکال کر باہر پھینکیں اور یہ عہد کریں کہ ہر ایک رنجشوں کو مٹادیں گے۔ ایک دوسرے کے گلے اِس نیت سے لگیں کہ پُرانی رنجشوں کا ذکر نہیں کرنا“

اس سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ذہن میں رہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اِس سے قطع تعلق کرے۔

(مسند احمد)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیں ہر وقت یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ آجکل کی دنیا میں جہاں ہر وقت اور ہر جگہ فتنہ وفساد کی حالت طاری ہے ہم جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر ایک حصار میں آیا ہوا سمجھتے ہیں اور اس بات پر شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی عمومی فساد کی حالت سے محفوظ رکھا ہوا ہے حقیقت میں ہم اس وقت محفوظ ہو سکتے ہیں جب ہر وقت ہم یہ احساس رکھیں کہ اپنے جائز معاملات میں بھی دوسروں سے معاملات پڑنے پر نرمی کا رویّہ رکھنا ہے اور صلح کی بنیاد ڈالنی ہے۔ ورنہ ہماری باتیں صرف باتوں کی حد تک رہیں گی اور ہمارا دعویٰ صرف دعوے کی حد تک ہی ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہو کر کوئی فائدہ ہوا ہے۔ یہ ہمارا دعویٰ تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت نہیں۔ فائدہ اُسی وقت ہو گا جب اعلیٰ اخلاق کا ہر خُلق ہم میں اپنی چمک دکھا رہا ہو گا۔ ہمدردیٔ خَلق اور صُلح ایک ایسا خُلق ہے جس کو اپنانے کی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نصیحت فرمائی ہے۔ پس ہر احمدی کو اس پہ بہت توجہ دینی چاہئے۔ آپ کے بعض اور اقتباسات بھی ہیں۔ اپنی مختلف کتابوں میں، اپنی ملفوظات میں آپ نے بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 18، اگست 2017ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”نہ صرف اپنے بھائیوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اپنے جاننے والوں، ہمسایوں سے حسن سلوک کرو، ان سے ہمدردی کرو اور اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو اُن کی مدد کرو، ان کو جس حد تک فائدہ پہنچا سکتے ہو فائدہ پہنچاؤ بلکہ ایسے لوگ، ایسے ہمسائے جن کو تم نہیں بھی جانتے، تمہاری ان سے کوئی رشتہ داری یا تعلق داری بھی نہیں ہے جن کو تم عارضی طور پر ملے ہو ان کو بھی اگر تمہاری ہمدردی اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اگر ان کو تمہارے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ان کو ضرور فائدہ پہنچاؤ۔ اس سے اسلام کا ایک حسین معاشرہ قائم ہو گا۔ ہمدردیٔ خلق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا وصف اور خوبی اپنے اندر پیدا کرلو گے اور اس خیال سے کرلو گے کہ یہ نیکی سے بڑھ کر احسان کے زمرے میں آتی ہے اور احسان تو اس نیت سے نہیں کیا جاتا کہ مجھے اس کا کوئی بدلہ ملے گا۔ احسان تو انسان خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے۔ تو پھر ایسا حسین معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں نہ خاوند بیوی کا جھگڑا ہو گا، نہ ساس بہو کا جھگڑا ہو گا، نہ بھائی بھائی کا جھگڑا ہو گا، نہ ہمسائے کا ہمسائے سے کوئی جھگڑا ہو گا، ہر فریق دوسرے فریق کے ساتھ احسان کا سلوک کر رہا ہو گا اور اس کے حقوق اسی جذبہ سے ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ اور خالصتاً اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے، اس پر عمل کر رہا ہو گا۔ آج کل کے معاشرہ میں تو اس کی اور بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپس میں پیار ومحبت کے نغمے گاتے ہوئے معاشرہ کو حسین سے حسین تر بنانے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

۞۞۞۞